عظیم مصلح و مجاہد

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

اور

فتنہ تکفیر و تفجیر

جمع و ترتیب

ٹرو منہج علماء کمیٹی

عرض احوال

موجود دور میں تکفیری و خارجی فکر کے حاملین نے شیخؒ کا ایک ایسا چہرہ معاشرے میں پیش کرنا شروع کر رکھا ہے کہ جس سے کوئی شخص ان کے منہج کے بارے طرح طرح کے شبہات میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔اس کتاب کی اہمیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ امام الدعوۃ محمد بن عبد الوھابؒ کے منہج کو واضح کرتی ہے۔ یعنی شیخ نے حکمرانوں کے ظلم اور انکی دین سے دوری پر کبھی بھی جلد بازی کرتے ہوئے نہ کفر کا فتوی دیا اور نہ ہی ان کے خلاف خروج کا فتوی دیا، حالانکہ اللہ عزوجل نے انہیں ہجرت کے بعد اچھا خاصہ سلطہ عطا کر دیا تھا اور اسی منہج کو لے کر آج تک سعودی عرب کے حکمران و علماء چل رہے ہیں، سچ تو یہ ہے کہ سعودیہ میں سلفی حکومت کا قیام انہی کی محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے۔

ان کی آل اولاد جسے آل شیخ کے تخلص سے جانا پہچانا جاتا ہے شائد اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کی ساری لڑی کو ہی اپنی دین حنیف کے تبلیغ کے چن لیا ہے، سعودی عرب میں بالخصوص اور عالم اسلام میں بالعموم اللہ نے ان کے بڑا مقام عطا کیا ہے۔ شیخؒ کے بارے میں اپنوں اور غیروں نے جو غلط فہمیاں پیدا کر رکھی ہیں ان کو دور کرنے میں یہ کتاب بڑی مدد ومعاون ہے۔

امام الدعوۃ شیخ رحمہ اللہ صحیح قول کے مطابق 1115ھ کو عیینہ میں پیدا ہوئے[1]، دس سال عمر ہونے سے پہلے ہی آپ نے قرآن پاک ناظرۃ پڑھنے کے بعد حفظ کر لیا تھا۔ قوتِ حافظہ تو اللہ نے ان کو شاندار عطا کیا تھا، چھوٹی عمر میں ہی وہ تفسیر، احادیث اور دین اسلام کے اصول وعقائد پر مبنی کتابوں کا بہت گہرا مطالعہ کر چکے تھے، اسی لئے اللہ نے ان کا سینہ کھول دیا اور معرفتِ توحید اور گمراہ کن موڑ ان کو بالکل واضح ہو گئے۔

---

[1]- دیکھو : روضۃ الافکار لابن غنام : (1/25)

اس طرح جب وہ پختہ عمر کو پہنچے تو وہ علم کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر چکے تھے، اس بات کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ان والد محترم یہ کہا کرتے تھے:

"مسائل تو میں نے اپنے بیٹے سے سمجھے ہیں"[1]

محترم الشیخ محمد بن عبد الوھابؒ کی پوری زندگی ہی جزیرۃ العرب میں احیاء دین خالص کے لئے دعوت و جہاد میں گزری، یہاں تک کہ سعودی عرب میں نبوی منہج کا قیام اور شرک کا وہاں پہ آٹے میں نمک جیسا محسوس ہونا اور پھر حدود اللہ کا نفاذ ہونا یہ انہی کی تبلیغ کا نتیجہ ہے جو انہوں نے دشمنان توحید و سنت کی پرواہ کئے بغیر جاری رکھی۔

ایک شاعر نے بڑی زبردست عکاسی کی ہے ؂

المؤمن فی الدنیا کالعصفورة فی القفص والکافر فی الدنیا کالسمك فی الماء

مومن تو اس دنیا میں ایسے ہے جیسے چڑیا پنجرے میں اور کافر اس دنیا میں ایسے ہے جیسے مچھلی پانی میں خوشیاں مناتی اور پانی کو ہی اپنی زندگی سمجھ کے رہتی ہے۔

ابن غنامؒ اپنی کتاب الروضہ میں لکھتے ہیں کہ 1206ھ شوال کے مہینے میں آپ بیمار ہو گئے اور اسی مہینے کے آخر میں سوموار کے دن الشیخ محمد بن عبد الوھاب اپنا سفر دنیا مکمل کر کے اپنے خالق حقیقی سے

---

[1]- روضة ابن غنام (25/1) وعنوان المجد لابن بشر (6/1)

جاملے[1]،ان لله و ان اليه راجعون ،اللہ تعالی اپنے اس مخلص بندے کی محنتوں میں برکت عطافرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے۔امین۔

ایک عرصے سے اس کتاب کی بڑی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اللہ کا شکر ہے کہ یہ سعادت الصادقین پبلیکشنز کے حصے میں آئی ہے۔امید کرتاہوں کہ اس کتاب کا مطالعہ انصاف پسند قارئین کے لئے چراغ راہ ثابت ہوگااور وہ صحیح اسلامی عقائد کواپنا کر سعادت دارین سے اپنادامن بھرلیں۔

احباب سے پرزور التماس ہے کہ وہ اس مفید اور اہم رسالہ کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، خود پڑھیں،دوسروں کوپڑھنے لئے بطور ہدیہ پیش کریں تاکہ ہر خاص وعام نبوی منہج اور اس کا مقام بخوبی سمجھ سکے۔

دعاگو

الصادقین پبلیکیشنز

---

[1]- الروضة لابن غنام : (2/154)

امام محمد بن عبد الوہاب اور فتنہ تکفیر

دعوت و تبلیغ

امام الدعوۃ محمد بن عبد الوھابؒ بچپن ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف مائل تھے۔ابھی وہ عینیہ[1] میں فقہ و حدیث کی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ بدعات ان کی آنکھوں میں کھٹکنے لگیں اور جہاں کوئی عمل اصولِ دین کے خلاف پاتے ،فوراً نہی عن المنکر کے فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرتے۔

مدینہ منورہ میں محمد حیات سندھی اور علی بن ابراہیم بن سیف نجدی رحمہا اللہ سے استفادہ حدیث کے بعد چاروں طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو انہیں دنیا گمراہی کی سیاہ چادر میں لپٹی نظر آئی۔یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ شیخ نے سب سے پہلے اسی زمانہ میں "استغاثہ"[2] کے خلاف آواز بلند کی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس جاہلوں کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ایک مرتبہ وہ حجرہ نبوی ﷺ کے پاس کھڑے تھے اور سامنے بدعات کا بازار گرم تھا۔اتنے میں ان کے استاد محترم الشیخ محمد حیات سندھی آ گئے امام الدعوۃ نے استاد محترم سے پوچھا،"ان لوگوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟"استاد نے جواب دیا:

ان ھولاء متبر ما ھم فیہ و باطل ما کانوا یعملون[3]

---

[1]- ایک بستی کا نام ہے۔

[2]- غیر اللہ سے مدد مانگنا۔

[3]- (عنوان المجد ص:7)

بصرہ میں یہ جذبہ اور تیز ہوگیا۔ نہی عن المنکر بلاخوف کرتے، جس کی پاداش میں انہیں طرح طرح کی تکلیفیں جھیلناپڑیں اور آخر بصرہ چھوڑناپڑا۔ یہی نہیں بلکہ ان سے تعلق اور ہمدردی کے جرم میں شیخ محمد مجموعی کو بھی ستایاگیا۔ بدبختوں نے انہیں ٹھیک دوپہر کے وقت نکالا۔ بچارے اسی حال میں زبیر (بصرہ سے قریب ایک قصبہ ہے جو حضرت زبیر بن عوام کے نام پر آباد ہے اس کے باشندے اس وقت بھی اتباع سنت میں ممتاز ہیں) کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں ہی پیاس کے مارے حلق میں کانٹے پڑ گئے۔ آخر ایک باخداانسان -ابوحمیدان- نے جو کرائے کے گدھے رکھتا تھا، دستگیری کی اور پیاس بجھائی، نیز اپنے گدھے پر سوار کرکے زبیر پہنچادیا۔[1]

یہ سب دعوت کی ابتدائی منزلیں اور تمہیدی کام تھے حریملا واپسی کے بعد انہوں نے بدعات کے استیصال اور توحید واخلاق کے عام کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ دعوت کی بنیاد توحیدالوہیت[2] کی پاکیزگی پر رکھی اور عبادت کسی قسم کی ہو، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص کرنے پر زوردیا۔ کلمہ لاالٰہ الااللہ کا بول بالا کرنا، ان کا شعار تھا۔ صدیوں کے بگڑے ہوئے اخلاق کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا، کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ وہ بدووں سے چوری، رہزنی، مکاری و لوٹ مار کی بری عادتیں چھڑاکر ان میں راست بازی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جاہلوں کے غلط عقیدوں کی اصلاح، معبودان باطلہ، قبہ و قبر سے ہٹاکر پھر معبود حقیقی کی درگاہ میں لاکھڑا کرنا ان کا مقصود تھا۔ ہرکس وناکس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کے لیے ایمان خاص اور سچی عزیمت کی ضرورت تھی۔

---

[1]- (عنوان المجد ص:8)

[2]- عصر حاضر کے تکفیر وخارجی فکر کے حاملین کے برعکس شیخ نے اپنی دعوت کی بنیاد توحید الوہیت پر رکھی پھر پوری توجہ اور بصیرت کے ساتھ حکمران وعوام کو خالص توحید کی دعوت دی اور معاشرے میں پھیلی شرکیات کو واضح کیا، اس طرح جب عوام اور حکمران ان کی دعوت سے متاثر ہو گئے تب انہوں نے نماز، زکوۃ اور حدوداللہ کے نفاذ کے لئے حکمرانوں کو نصیحت کی اور یہی محمد بن عبدالوہاب ؒ کا منہج تھا۔

اس راہ میں شیخ کو جن صبر آزما مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑااور جس خندہ پیشانی کے ساتھ انہوں نے اس راہ کی تکلیفوں کا استقبال کیا،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان اوصاف سے پوری طرح متصف تھے۔توحید کی دعوت دی، غیر اللہ کے آگے سر خم کرنے، قبروں ،ولیوں سے مدد مانگنے ، نیکوکار بندوں کو معبود ثانی بنانے سے روکنے کی کوشش کی۔قبروں کی زیارت میں مسنون طریقہ کے خلاف جو بدعتیں رائج ہوگئی تھیں،ان کے مٹانے کو عملی قدم اٹھایا۔بس پھر کیا تھا، مخالفت کا سیلاب امڈ آیا۔اعزہ واقربا درپے آزار ہوگئے۔خود باپ کو بھی یہ ادا پسند نہ آئی۔ شیخ نے باپ کے ادب اور استاد کی عزت کا پورا لحاظ رکھا۔پر جو قدم آگے بڑھ چکا تھا،وہ پیچھے نہ ہٹا۔ایذاءرسانی حد سے بڑھ گئی،پر صبر وعزیمت کا کوہ وقار اپنی جگہ سے نہ ٹل سکا۔تمام رکاوٹوں کے باوجود انہوں نے اپنی دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رکھااور عارض کے تمام قصبات حریملا،عیینہ،درعیہ،عیاض وغیرہ میں ان کی شہرت پھیل گئی اور تعلیمات کی اشاعت ہونے لگی۔

تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا لیکن والد ماجد کی سرد مہری کے باعث رفتار سست تھی۔۱۱۵۳ھ میں والد صاحب کا انتقال ہوا تو پھر دعوت وتبلیغ میں گرمی پیدا ہوگئی۔ علی الاعلان اتباع سنت اور ترک بدعات کا وعظ کہنے لگے، حریملا کے کچھ لوگ متاثر ہوئے اور تحریک کے پرجوش معاون بن گئے، شیخ کے درس میں حاضر ہونے لگے اور ان کے مواعظ سے مستفید ہوئے۔ شیخ کی مشہور تالیف۔کتاب التوحید۔اسی دوران میں تالیف ہوئی۔ [1]

---

[1] - (روضۃ الافکار ص:36)

عینیہ میں ۱۱۵۷ھ/ ۱۷۴۴ء دعوت و تبلیغ کی ابتدائی منزلیں طے کرنے پر شیخ کو احساس ہوا کہ اس افرا تفری میں ، کہ ہر ناحیہ [1] کا حاکم الگ ہے۔[2] کامیابی دشوار ہے، خود حریملا میں دو خاندان (قبیلہ) سرداری کے لیے دست و گریبان تھے۔(عنوان المجد ص:9 میں بعض غلاموں کی شرارت کا ذکر ہے، جو شیخ کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے دوسری کتابوں میں جہاں کہیں بھی اس کا ذکر ہے، غالباً ماخذ یہی ہے) ان حالات میں کوئی موثر قدم اٹھانا مشکل تھا۔ انہوں نے پورے نجد کو ایک امیر اور ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ کسی امیر (حاکم صاحبِ نفوذ و قوت) کی ہمدردی حاصل کئے [3] بغیر دعوت کو چہار سو جلد از جلد پھیلانا آسان نہیں۔

ان خیالات کے پیش نظر انہوں نے عثمان بن معمر، امیر عینیہ سے خط و کتابت کی اور امیر کو قبول حق پر آمادہ پا کر خود بھی عینیہ منتقل ہو گئے۔ امیر نے اچھی طرح آؤ بھگت کی اور شیخ کو سر آنکھوں پر بٹھایا، جوہرہ بنت عبداللہ بن معمر سے شیخ کی شادی ہوئی، جس سے ظاہری طور پر تعلقات مستحکم ہو گئے۔ شیخ کے سامنے ایک متعین مقصد تھا۔ ذاتی اور خاندانی تعلقات ، حصول مقصد کا ذریعہ ہو سکتے تھے، خود مقصد نہیں تھے۔ انہوں نے امیر عینیہ کے سامنے دعوت پیش کی، توحید کا مفہوم واضح کیا اور اس جلیل القدر مہم میں امداد و تعاون کی درخواست کی۔

شیخ کے یہ الفاظ یادگار اور قابل نقل ہیں۔

---

[1]- عثمانی حکومت کے دور میں انتظامی آسانی کے خیال سے ملک کی تقسیم چار حصوں میں کی جاتی تھی، ولایۃ (صوبہ) لوا (کمشنری) قضاء (ضلع) ناحیہ (تحصیل/سب ڈویژن) عارض کا شمار ناحیہ میں تھا، آلوسی نے ناحیۃ العارض، لکھا ہے صوبہ ضلع کی دیسی اصطلاحات ہم نے مقابلہ کے لیے دی ہیں۔

[2]- کیا شیخ نے خلافت عثمانیہ کے خلاف خروج کیا؟ اس موضوع پر جلد ان شاءاللہ ایک رسالہ قارئین کے پیش خدمت ہو گا۔

[3]- آج محمد بن عبدالوھاب کے منہج پر کاربند ہونے کے دعویداروں کا معاملہ و منہج کلی طور پر اس کے برعکس ہے۔

انی ارجو ان انت قمت بنصر لا الہ الا اللہ ان یظھرک اللہ تعالیٰ و تملک نجدا واعرابھا [1]

اگر تم لاالہٰ الا اللہ کی امداد کو آمادہ ہو جاؤ تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں غالب کرے گا اور نجد اور اہل نجد کی باگ تمہارے ہاتھوں میں ہو گی۔

عثمان کو یہ پیشکش صدق دل سے کی گئی تھی لیکن افسوس کہ وہ اس پر قائم نہ رہا، جس کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑا [2] اور آخر کار یہ نعمت عینیہ سے درعیہ منتقل ہو گئی، بہر حال عثمان بن معمر نے وعدہ کیا اور اس کی معاونت کے سہارے [3] شیخ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کھلم کھلا دعوت دینا شروع کی اور رفتہ رفتہ اہل عینیہ کے دل قبول حق کی طرف مائل ہونے لگے۔

شیخ نے اسی اثنا بدعات کے بعض اڈوں کے ختم کرنے بیڑا اٹھایا، جس میں انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ اس علاقہ میں بعض درختوں کی توقیر کی جاتی تھی انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، زید بن خطاب (جو یوم یمامہ میں شہید ہوئے تھے) کے نام سے مقام حبیلیہ میں ایک قبر تھی، اس کا بھی خاتمہ کیا [4]، جو اس وقت کے لحاظ سے کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ابن بشر اس قبہ کے انہدام کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے:

شیخ نے عثمان سے کہا: "آؤ! اب اس قبہ کو منہدم کر دیں جس کی بنیاد باطل پر رکھی گئی ہے اور جس کی وجہ سے لوگ راہ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں"۔

---

[1]- (عنوان ص:9)

[2]- اس کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔

[3]- آج حکمرانوں کے ساتھ معاملہ اس کے بر عکس ہے۔

[4]- شیخ نے اپنی توحید کی بنیاد توحید الوہیت پر رکھی اور امیر عیینہ سے حدود اللہ کے نفاذ کا کوئی مطالبہ نہ کیا یعنی اولین مقصد نفاذ توحید تھا نہ کہ اقامت حدود اللہ۔۔۔

عثمان نے کہا: آپ ہی اسے منہدم کر دیں۔

"شیخ نے فرمایا: ہمیں اہل جبیلہ سے خطرہ ہے، کہیں وہ ہمارے درپے آزار نہ ہو جائیں۔آپ کی موجودگی کے بغیر[1] میں ہدم {گرا} نہیں کر سکتا۔"

اس پر عثمان چھ سو آدمیوں کے ساتھ چلا،قریب پہنچنے پر اہل جبیلہ نے بزور روکنے کا ارادہ کیا،لیکن جب انہوں نے عثمان کی طرف سے بھی پوری تیاری دیکھی،تو ہٹ گئے۔

اس پر عثمان نے شیخ سے کہا:"ہم قبہ کو چھو نہیں سکتے"

اس پر شیخ نے ہتھوڑا لیا اور اپنے ہاتھ سے قبہ کو گرا کر ہموار کر دیا اور کامیاب واپسی ہوئی۔اس رات اطراف و انواح کے جاہل بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں اس ناروا اقدام سے شیخ پر کیا مصیبت آتی ہے؟ لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے،جب صبح ہوئی تو لوگ بہت مایوس ہوئے اور اہل حق کی ہمت بندھی، نیز کمزوروں کے ایمان میں تازگی آئی۔[2]

یہ صرف ایک واقعہ کی تفصیل تھی،وہاں قدم قدم پر یہی دشواریاں تھیں۔جاہلوں سے لے کر علماء و مشائخ تک،سب کے سب بدعات کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے تھے۔یہ امام الدعوۃ کی آواز اور کوشش تھی جس نے صدیوں کی تاریکی اور گمراہی کے بعد حق کا بول بالا کیا اور صحیح اسلامی تعلیم سے خلق خدا روشناس ہوئی۔

---

[1]- نفاذ شریعت کے لئے حاکم اور حکمران کو آگے چلانا چاہیے۔

[2]- (عنوان المجد:ص:9-10)

شیخ الدعوۃ نے امیر عثمان بن معمر کو نماز باجماعت کے احیاء کی بھی تاکید کی[1] اور متخلفین (نماز با جماعت سے پیچھے رہنے والے) کے لیے سزائیں تجویز ہوئیں۔ حکام طرح طرح کے ٹیکس وصول کرتے تھے۔ شیخ نے تمام ٹیکس اڑادیئے اور صرف زکوۃ کا اجرا کیا۔ شیخ نے قیام عینیہ کے دوران میں ابن معمر کے ہاتھ سے یہ دو کام اچھے کرائے، لیکن ان کے دشمن اس میں بھی کیڑے نکالتے تھے۔

شیخ الدعوۃ نے عینیہ ہی میں اپنے تبلیغی رسالوں کا سلسلہ شروع کیا، جو مرتے وقت تک جاری رہا، درعیہ میں ان کے ماننے والے کچھ پیدا ہو گئے تھے، ان ہی کے نام آپ نے عینیہ سے ہدایت نامے جاری کئے تھے۔[2]

عینیہ سے اخراج:

عینیہ میں کامیابی قدم لینے کو تھی اور اصلاح کی مہم مکمل ہوتی جارہی تھی کہ قدرت نے ایک شر پیدا کیا، جس میں ہزاروں برکتیں پنہاں تھیں۔[3]

"واقعہ یوں ہے کہ ایک شادی شدہ عورت گناہ کی مرتکب ہوئی اور اس نے شیخ کے سامنے گناہ کا اعتراف بھی کر لیا۔ بار بار جرح کرنے پر بھی وہ اپنے اقرار سے نہ پھری۔ مجبوراً شیخ نے سنگ ساری کا حکم

1۔ توحید کے احیاء کے بعد نماز کے قیام پر توجہ دی اور پھر نظام زکوۃ۔

2۔ (روضۃ الافکار ج:۱ص:۲۰۰)

3۔ سورۃ البقرۃ کی آیت: عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم۔۔۔

دیا، عثمان بن معمر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ یہ فرض انجام دیا، سب سے پہلا شخص جس کا ہاتھ پتھر کی طرف بڑھا، وہ عثمان تھا۔ [1]

اس غیر متوقع حادثہ نے اطراف و جوانب میں تہلکہ پیدا کر دیا۔[2] خصوصاً ان حلقوں میں جو برائیوں کے خوگر تھے ان میں اور زیادہ کھلبلی مچی۔ بات لگانے والے سلیمان بن محمد عزیز محمدی (حاکم احساء وقطیف) کے دربار پہنچے اور اسے شیخ کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ یہ شخص نہایت رنگیلا اور آوارہ مزاج تھا۔ رجم کے واقعہ سے اس کا برہم ہونا بالکل متوقع تھا۔ کہنے والوں نے اس سے کہا کہ یہ شخص محمد بن عبدالوہاب تمہاری آزادیوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ بات دل کو لگتی ہوئی تھی اس کے دل میں جم گئی۔ اس نے فوراً عثمان بن معمر، امیر عیینیہ کو تہدید آمیز انداز میں لکھا:

"یہ مطوع[3] جو تمہارے ہاں مقیم ہے، اس نے ایسے ایسے کام کیے ہیں، اسے قتل کرو، ورنہ تمہیں ہمارے ہاں سے جو کچھ ملتا ہے وہ سب روک دیا جائے گا۔"[4]

چونکہ وہ رقم کافی تھی، یعنی مال و متاع کے علاوہ بارہ سو دینار سالانہ۔ اس وجہ سے وہ ایسا متردد ہوا کہ دنیا کی طمع، توحید کی حمایت پر غالب آنے لگی، ابھی اس کا سینہ دعوت توحید کا محرم نہیں ہوا تھا، نہ اسے یہ معلوم تھا کہ حق کا ساتھ دینے والوں پر غیب سے کیا کیا انعامات ہوتے ہیں؟ اس حیص بیص میں اس

---

[1]- (روضۃ الافکار: ۳، ۳-۲ عنوان المجد: ۱۰۰۱) حدود اللہ کا نفاذ شیخ نے خود اپنے ہاتھ میں نہیں کیا بلکہ حکام کو اس بات کی دعوت دے کر آمادہ کیا اور حکام نے خود حدود اللہ کا نفاذ کیا۔

[2]- یہ بات واضح تھی کہ اس شادی شدہ زانیہ عورت کے رجم کرنے کے بعد ارد گرد موجود قبائل اور ریاستوں کے فاسق و فاجر حکام اور منافقین لازماً پریشان ہوئے ہوں گے۔

[3]- اہل نجد کی زبان میں مولوی اور فقیہ کو مطوع کہتے ہیں، جمع مطاوعہ استعمال ہوتی ہے۔

[4]- حاکم (احساد، قطیف) نے معاشی بائیکاٹ کی دھمکی اور دنیاوی مال و متاع کا لالچ دے کر حکمران عثمان بن معمر سے حدود اللہ ساقط کروائیں۔

نے شیخ کو سلیمان حاکم احساء کے پیغام کی اطلاع دی۔ شیخ نے اسے تسلی دینا چاہی اور پورے یقین کے ساتھ اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ابن بشر کی زبانی شیخ کے یہ الفاظ سننے کے لائق ہیں:۔

ان هذا الذی انا قمت بہ و دعوت الیہ کلمۃ لا الہ الااللہ وارکان الاسلام الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فان انت تمسکت بہ و نصرتہ فان اللہ سبحانہ یظهرک علی اعدائک فلا یزعجک سلیمان ولا یفزعک ۔ [1]

"میں جو اس چیز کو لے کر کھڑا ہوا ہوں اور اس کی دعوت دی ہے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ، ارکان اسلام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر (کی دعوت) ہے، اگر تم اس کو مضبوط پکڑ لو اور اس کی مدد کرو تو اللہ تمہیں تمہارے دشمنوں پر غالب کرے گا۔ سلیمان کی وجہ سے تمہیں پریشان ہونے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

شیخ نے ہر طرح کی کوشش کی، لیکن جب زوال دنیا کا خوف قلب پر طاری ہو جائے [2] تو پھر کوئی فہمائش کام نہیں کرتی۔

شیخ کی موثر اور پر امید نصیحت سے پہلی مرتبہ تو وہ رک گیا لیکن پھر اس سے نہ رہا گیا اور شیخ کے پاس دوبارہ کہلا بھیجا:

---

[1] - (عنوان المجد ص:۱۰۰)

[2] - خوف اور ڈر بھی موانع التکفیر میں سے ہے، حاکم عیینہ عثمان بن معمر نے بیرونی طاقتور اور امیر حکومتوں کے دباؤ اور ڈر سے حدود اللہ کو ساقط کرنے کا فیصلہ کیا کہ کہیں اگر اس نے نے حدود اللہ کا نفاذ جاری رکھا تو اس کی امداد روک دی جائے اور فنڈز منجمد کر دیے جائیں گے۔

"سلیمان نے ہمیں آپ کے قتل کا حکم دیاہے اور ہم میں اس کے حکم سے سرتابی کی جرات نہیں[1] نیز یہ ہماری مروت سے بعید ہے کہ آپ کو اپنے گھر میں تہ تیغ کریں۔اس لیے آپ آزاد ہیں، ہمارا علاقہ چھوڑ دیں"[2]

یہ پیام دیا اور اپنے ایک سپاہی فرید الظفیری کی ہمراہی میں عینیہ کی حدود سے باہر کر دیا۔اس "اخراج" کی داستان بھی عبرت انگیز اور پر درد ہے۔ریگستان، عرب کی سخت دھوپ، شیخ آگے آگے پیادہ پا، ہاتھ میں صرف ایک پنکھا اور پیچھے پیچھے فرید گھوڑے پر سوار، ابن بشر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ابن معمر نے درپردہ شیخ کے قتل کا بھی حکم دے دیا تھا۔امام الدعوۃ آگے آگے "من يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لايحتسب" کا ذکر کرتے ہوئے چلے جاتے تھے، سپاہی نے راستہ میں بات نہیں کی۔جب اس نے قتل کا ارادہ کیا تو خود اس کے بیان کے مطابق۔کسی غیبی طاقت نے اس کا ہاتھ روک لیا اور اس پر رعب طاری ہو گیا اور اسی عالم میں وہ الٹے پاؤں عینیہ کی طرف واپس ہو گیا، صداقت کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ سچ مچ اسے اپنی جان خطرے میں نظر آنے لگی۔

درعیہ میں ۱۱۵۷-۸ھ:

ابن معمر کی حدود سے نکل کر شیخ نے درعیہ کا رخ کیا اور نماز عصر کے وقت وہاں پہنچے۔پہلے وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سویلم الغرینی کے گھر اترے اور پھر اپنے ایک شاگرد احمد بن سویلم کے ہاں منتقل ہو

---

[1]- ڈر اور ہیبت کی وجہ سے قتل کا حکم ماننے کو تیار اور گھر سے بے دخل کر دیا۔

[2]- (عنوان المجد ص:۱۱)

گئے۔ خبر پاتے ہی امیر درعیہ محمد بن سعود اپنے بھائیوں مشاری اور مثنیان کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا اور سب نے مل کر شیخ کو امداد اور فرمان برداری کا یقین دلایا۔[1]

یہ مختصر روداد ابن غنام سے منقول ہے۔ابن بشر نے اس اہم واقعہ کو، جسے شیخ کی تبلیغی زندگی میں خاص اہمیت حاصل ہے، ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ابن غنام کے بعد ہم ابن بشر کی روایت بھی ذیل میں درج کرتے ہیں:

"شیخ درعیہ عصر کے وقت پہنچے، جہاں وہ ایک خوش بخت انسان محمد بن سویلم العرینی کے گھر اترے، بیچارہ عربی اخلاق سے مجبور ہو کر کچھ نہ بولا، لیکن امیر کے خوف سے اس کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔ شیخ نے نصیحت کی اور تسکین دی۔ سيجعل الله لنا ولك فرجا و مخرجا"

امیر محمد بن سعود کی معاونت:

ابن سویلم کے گھر ٹھہرے تو وہ دعوت توحید کا مرکز بن گیا۔لوگ چھپ چھپ کر آنے لگے۔اہل علم خاص طور پر مستفید ہوتے۔ لیکن یہ صورت قابل اطمینان نہ تھی۔ شیخ نے امیر سے سلسلہ جنبانی کرنا چاہا اور امیر کے بھائیوں مشاری اور ثنیان سے گفتگو کی۔انہوں نے پہلے امیر کی بیوی جوضی بنت ابی حطان سے جو نہایت ذی فہم اور متدین خاتون تھی، شیخ کے علم و فضل کی تعریف کی اور اسے امیر سے سلسلہ جنبانی پر آمادہ کیا۔ قدرت کو یونہی کرنا تھا۔جوضی کے دل پر خود بخود شیخ کے علم و فضل کا سکہ جم گیا۔اس نے امیر سے عرض کی:

---

[1]- (روضة الافكار:٢)

"اللہ نے یہ نعمت تمہارے ہاں بھیج دی ہے اٹھو اور اس کی مدد کرو، تمہاری دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔"

امیر محمد بن سعود، جو شیخ کی دعوت سے پہلے بھی حسن اخلاق میں مشہور تھا، اپنی بیوی کی گفتگو سے متاثر ہوا اور اس کے دل میں شیخ کی محبت گھر کر گئی۔ سب کے اصرار سے اس نے ملنے میں پہل کی اور اخلاق و عقیدت سے پذیرائی کی۔ شیخ نے جواب میں اپنی دعوت کے اہم حصوں (کلمہ لا الہ الا اللہ کا مفہوم، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جہاد) پر مختصر سی تقریر کی اور اس کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی، امیر متاثر ہوا اور بے ساختہ بول اٹھا:

"اے شیخ! یہ تو بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دین ہے۔ میں آپ کی امداد و اطاعت اور مخالفین توحید سے جہاد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن میری دو شرطیں ہیں:

1- اگر ہم نے آپ کی مدد کی اور اللہ نے ہمیں فتح دی تو آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔
2- اہل درعیہ سے فصل کے وقت، میں کچھ مقررہ محصول لیتا ہوں آپ مجھے اس سے نہ روکیں گے۔

شیخ نے جواب دیا:۔

"پہلی شرط بسر و چشم منظور ہے، ہاتھ لاؤ: الدم بالدم والهدم بالهدم (میرا خون تمہارا خون اور میری تباہی تمہاری تباہی)۔ رہی دوسری شرط۔ سو ان شاء اللہ تمہیں فتوحات اور غنیمتوں سے اتنا کچھ مل جائے گا کہ اس خراج کا خیال بھی دل میں نہ آئے گا۔"

امیر نے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عہد کیا، کتاب و سنت کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔یہ ۱۱۵۷ھ (ابن قسام ان سب واقعات کا ذکر کرتا ہے اور ۱۱۵۷ھ کے حدود میں۔ كانت هذه الامور فی حدود سنة سبع و خمسين بعد المأة والالف من الهجرة (۲:ع) ابن بشر نے انتقال درعیہ کی تاریخ ۱۱۵۸ھ لکھی ہے (ص:۱۵) اور تفصیلات عنوان المجد ہی سے ماخوذ ہیں (۱۲:۱-۱۱)) ہے۔

امیر کا بیعت کرنا تھا کہ جوق در جوق لوگ استفادہ اور تجدید ایمان و اعمال کے لیے آنے لگے۔عینیہ کے پرانے فیض یافتہ اور ہم نشین ، جن کے دلوں میں شیخ کی دعوت گھر کر چکی تھی۔درعیہ آ گئے۔ان آنے والوں میں خود عثمان بن معمر، رئیس عینیہ کے بعض عزیز بھی تھے۔

ارادت مندوں کا پہلا گروہ:

یوں تو عینیہ ہی کے دور قیام میں شیخ کی طرف لوگ کھچنے لگے تھے لیکن ایک عرصہ تک بدعات اور تاریکی میں گھرے رہنے کے بعد عام طور پر خلقت قبول حق میں ہچکچاہٹ محسوس کرتی تھی۔درعیہ کے قیام اور امیر محمد بن سعود کی نیک نامی نے دعوت کی کامیابی کے لیے اچھی زمین تیار کر دی، جن خوش قسمت لوگوں نے آغاز کار ہی میں جوش و خروش کے ساتھ دعوت پر لبیک کہا اور اس سلسلہ میں خود بھی ابتلاء و محن سے دوچار ہوئے،ان میں بعض نام ابن غنام کی عنایت سے ہم تک پہنچ گئے ہیں۔خاندانی اور باوجاہت لوگوں میں محمد بن سعود کے تین بھائیوں (یوں تو اس دعوت اور پھر آگے چل کر جہاد و قتال کے سلسلہ میں امیر محمد بن سعود اور ان کے پورے گھرانے نے نمایاں کام کئے لیکن ہمیں یہاں بحث صرف شیخ کی دعوت سے ہے اور اس سلسلہ میں ثنیان ابن سعود (ف ۱۱۸۶ھ) اور مشاری بن سعود (ف ۱۱۸۹ھ) زیادہ ممتاز ہیں) نے بھائی کی

بڑی امداد کی اور مشاری کے بیٹے حسن بن مشاری نے لڑائیوں میں شمشیر آبدار کے خوب جوہر دکھائے، ثنیان بن سعود، زاہد اور عفیف النفس تھے گو وہ بینائی سے محروم تھے لیکن ان کی بصیرت بڑھی ہوئی تھ اصل میں محمد بن سعود، ان ہی کے مشورہ سے شیخ کی امداد پر کمر بستہ ہوئے۔[1]

ثنیان اور فرحان کے نام پہلے آتے ہیں، اہل علم میں احمد بن سویلم اور عیسیٰ بن قاسم زیادہ ممتاز تھے اور عام اثر ور سوخ کے اعتبار سے محمد الخریمی، عبداللہ بن وغشیر، سلیمان ابو شیقیری، احمد بن حسین کے نام آج تک زبان زد عام ہیں۔ قلبی (ص ۱۳-۱۲) کے بیان کے مطابق:۔

"یہ وہابیت کے پہلے بہادر کارکن تھے ان کے نام آج تک عزت سے لیے جاتے ہیں اور ان کی اولاد سلطان کے دربار میں اعزاز کی مستحق سمجھی جاتی ہے"۔

ابن معمر کی زود پشیمانی:

دعوت کی روز افزوں عمومیت اور مقبولیت کی خبر پا کر ابن معمر[2] سے نہ رہا گیا۔ اسے اپنے پہلے طرز عمل پر بڑی پشیمانی ہوئی اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی۔ ساتھ ساتھ عینیہ واپس چلنے کی دعوت بھی دی۔

شیخ نے جواب میں صاف کہا:

---

[1]- (روضة الا فكار ۲:۹۴-۱۰۵، عنوان المجد: ۱۰،۲-۹))

[2]- ابن معمر جو کہ بیرونی طاقتوں کے دباؤ اور مال کے لالچ میں آکر توحید کی دعوت کو چھوڑ اور حدود اللہ کو ساقط کر چکا تھا بلکہ امام الدعوۃ کو علاقہ بدر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے قتل کا حکم بھی دے چکا تھا۔ اس سب کے باوجود شیخ محمد بن عبد الوھاب نے ابن معمر پر کفر وارتداد کا کوئی فتوی صادر نہ کیا اور نہ ہی آل سعود کے ساتھ قوت پانے کے بعد ایسے حکمران کے خلاف علم قتال بلند کیا (یعنی عصر حاضر میں تکفیر وخروج کی جو روش آل فتنہ وفساد نے مچار کھی ہے)

"اب امیر ابن سعود کے اختیار میں ہے،ان کی اجازت ہو تو میں تیار ہوں، ورنہ انہیں چھوڑ کر اب کسی دوسرے کی رفاقت منظور نہیں"

یہ واضح جواب پا کر ابن معمر [1] نے خود میزبان محمد بن سعود سے اجازت طلب کی کیونکہ وہ اس نعمت کو اپنے گھر سے کسی دام پر الگ کرنے کی تیار نہ تھے۔

دور عمل:

شیخ کی تشریف آوری سے پہلے درعیہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں جہالت کی گرم بازاری تھی۔ شیخ نے سب سے پہلے وعظ و دروس کے حلقے قائم کیے اور خود صبح سے شام تک آنے والوں کو کتاب و سنت کی تعلیم دیتے اور اپنی دعوت، دعوت توحید، اخلاص فی عبادۃ اللہ کی اہم اور ضروری چیزیں ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے، شیخ کی جاذب شخصیت اور دعوت توحید کی سچائی نے فوری اثر دکھایا، مجالس دعوت وتذکیر سے یہ فائدہ پہنچا کہ دلوں سے "ماالفینا علیہ آباءنا" کا زنگ دور ہونے لگا اور رسم ورواج کے خرافات کو وہ صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھنے لگے۔

ان مجالس کی کشش دور دور سے تشنگان علم کو درعیہ لے آئی جہاں رزق کی تنگی کے باعث علم و عمل کے پیاسے راتوں کو کسی پیشہ کے ذریعہ قوت لایموت حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور دن کا وقت اللہ کی کتاب اور اس کے برگزیدہ رسول ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں کو سننے کے لیے وقف رہتا۔ شاگردوں اور

[1]- ابن معمر کو یہ شرمندگی اس وقت ہوئی جب آل سعود اور شیخ کے مضبوط و مربوط تعلق کی بدولت لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے، اس سے پہلے وہ اپنے فیصلوں پر قائم تھا اور تائب نہیں ہوا تھا مگر ہم تاریخ میں ابن معمر کے بارے امام الدعوۃ سے تکفیر وارتداد کا کوئی ایسا فتوی نہیں پاتے۔

ارادت مندوں کی میز بانی کے باعث شیخ برابر مقروض رہتے۔ بہر حال دعوت کی مقبولیت دن بدن بڑھتی گئی اور آنے والوں کاتانتابندھارہتا۔[1]

دعوت کی وسعت:

اہل درعیہ تو شیخ کے قدم رکھتے ہی عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے لیکن وہ اس پر قانع نہ تھے، نجد کے مختلف حصوں اور ان کے سرداروں کو ترغیب دیتے اور اپنی دعوت سے آگاہ کرتے۔ گو مخالفتیں بھی ہوئیں اور افتراء پردازیوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی گئی۔ پھر بھی حق کی آواز بلند ہوتی گئی اور آہستہ آہستہ اس کے ثمرات بھی ظاہر ہونے لگے، قیام درعیہ کے دوسرے ہی سال ۱۱۵۸ھ یا۱۱۵۹ھ امیر عینیہ نے آکر بیعت کی اور حدود شرعیہ کے نفاذ کا عہد کیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اہل حریملا نے بھی بیعت کی،ادھر امیر محمد بن سعود کی معاونت کا یہ عالم تھا کہ خمس اور زکوٰۃ کی تمام رقمیں شیخ کے ہاتھ میں دی جاتیں اور وہ انہیں بے دریغ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔

امیر ابن سعود اور ان کے جانشین عبدالعزیز بن محمد سعود جو ۱۱۶۵-۱۱۷۹ھ میں اپنے والد کی وفات کے بعد منصب امارت پر متمکن ہوئے، شیخ کی اجازت کے بغیر ادنیٰ تصرف روا نہیں رکھتے اور جو کچھ آتا ،سب اللہ کی راہ میں صرف کردیتے۔

ابن بشر کا بیان ہے (ص ۱۵) کہ خمس اور زکوٰۃ سے جو کچھ آتا وہ فوراً تقسیم کردیتے،ان کی اس فراخ دستی کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ برابر مقروض رہتے، صرف فتح ریاض (عنوان المجد: ص۱۵ اریاض پر مکمل قبضہ ربیع

---

[1] ۔ (عنوان المجد: ص۱۵-۱۳)

الآخر ۱۱۸۷ھ کے اواخر میں یا اس کے بعد ہوا۔ جولائی ۱۷۷۳ھ) کے وقت ان پر چالیس ہزار قرض تھا، جو مال غنیمت سے ادا کیا گیا۔

یہ سارا قرض اور تمام دریادلی تبلیغ کے سلسلہ میں ہوتی تھی جو فتح ریاض تک برابر جاری رہی۔ فتح ریاض کے بعد شیخ کو اپنی دعوت کی کامیابی کے متعلق ایک گونہ اطمینان ہو گیا تو انہوں نے امیر عبدالعزیز کو سیاہ و سفید کا مالک بنا کر اپنے آپ کو بیت المال کے انتظامات سے بالکل الگ کر لیا اور اپنی تمام توجہ تعلیم و تدریس پر مرکوز کر دی، لیکن عبدالعزیز شیخ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتے، ہر کام میں ان کی رائے مقدم تھی۔

تکفیر و قتال مسلمین:

شیخ الدعوۃ رحمہ اللہ اور ان کے ماننے والوں پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ "وہ تمام اہل قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں۔[1] اور مسلمانوں سے قتال جائز سمجھتے ہیں۔"[2] یہ الزام مختلف وقتوں میں بار بار دہرایا گیا تھا اور انہوں نے خود بھی اس کی صاف صاف تردید کی تھی۔

---

[1]- شیخ محمد بن عبدالوھاب تکفیر مسلم میں تمام شروط و قیود کا خصوصی خیال فرماتے تھے اور اس مسئلے میں سطحی صورتحال کی بجائے تفصیلات کو پرکھتے تھے، جبکہ اس کے برعکس عصر حاضر میں تکفیری حضرات نے کفر کے سستے فتووں کا جو بازار گرم کر رکھا ہے، شیخ کا اس منہج سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

[2]- عصر حاضر کے تکفیری حضرات ان مسلمانوں سے قتال کو واجب قرار دیتے ہیں جو حدود اللہ کو نافذ نہیں کرتے اور بطور دلیل محمد بن عبد الوھاب کی سیرت پیش کرتے ہیں۔ سبحانك هذا بهتان عظيم

پہلی بات: شیخ نے مسلمانوں سے قتال کیا ہی نہیں بلکہ شیخ کا قتال ایسے افراد کے خلاف تھا جن کی {تکفیر کے تمام قواعد پورے کرنے کے بعد} معین تکفیر کر دی گئی تھی۔

ملاحظہ ہو:

"واذا کنا لانکفر من عبد الصنم الذی علی قبۃ عبد القادر و الصنم الذی علی قبر احمد البدوی وامثالھما لاجل جھلھم وعدم فہمھم فکیف نکفر من لم یشرک باللہ اولم یھاجر الینا ولم یکفر-------"

"جب ہم ان لوگوں کی تکفیر نہیں کرتے جو جہالت اور عدم تنبیہ کے سبب سے ان بتوں کی پرستش کرتے ہیں [1] جو عبدالقادر اور شیخ احمد بدوی اوران جیسے بزرگوں کی قبروں پر بنے ہوئے ہیں تو پھر ہم ان لوگوں کی تکفیر کس طرح کر سکتے ہیں جنھوں نے شرک کاارتکاب نہیں کیا یاہجرت کر کے ہمارے پاس نہیں آئے اور کسی کفر کے مرتکب نہیں ہوئے۔" سبحانک ھذا بھتان عظیم

ومن جملۃ ھذہ الاکاذیب ما ذکرہ--"ان شیخ السلام مُحَمَّد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ یسفک الدماء وینھب الاموال ویتجاری علی قتل النفوس وتکفیر الامۃ المحمدیۃ فی جمیع الاقطار ، وھذا کلہ کذب"

دوسری بات: شیخ کے قتال کی بنیاد توحید الوہیت تھی اور حدود اللہ کا نفاذ اس قتال کے ثمرات میں سے تھا، لیکن آج کے تکفیری حضرات جو خود کو منہج عبد الوھاب کا متبع کہلاواتے ہیں ان کی بنیاد امام الدعوۃ کے بالکل برعکس ہے اور ان کا قتال بھی کسی معین تکفیر کردہ مسلمان کے خلاف نہیں بلکہ محض ظن و گمان کی بنیاد پر، فتوی سازی کی بنیاد پر ہے۔

تیسری بات: شیخ کے قتال میں اگر حاکمیت کا ایجنڈا سر فہرست ہوتا تو شیخ کا پہلا معرکہ ابن معمر کے خلاف ہوتا۔

لہذا عصر حاضر کی تکفیری وخارجی تحریکوں کا محمد بن عبدالوھاب کو بطور دلیل، اپنے باطل منہج کی تائید میں پیش کرنا باطل ہے۔

[1]- اللہ اکبر! شیخ محمد بن عبدالوھاب کا منہج ملاحظہ فرمائیں کہ شیخ، عام مسلمان جو کہ اس دور میں صرف قبروں کی ہی نہیں بلکہ بزرگوں کے بت بناکر ان کی پوجا کرنے والوں کی محض ان کے کفریہ عمل کو دیکھ کر تکفیر نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی بارے میں جہالت، ابلاغ کا ظن رکھ کر، مسلمانوں میں ہی شمار کرتے تھے لیکن آج کے پرفتن دور میں ہم ہرج کی کثرت دیکھتے ہیں جس کی بڑی وجہ تکفیر مسلم میں جلد بازی ہے۔

" انہی افتراء پردازیوں میں یہ بھی ہے کہ شیخ الدعوۃ محمد بن عبدالوہابؒ خون بہاتے ہیں اور مال لوٹے ہیں[1] اور لوگوں کے قتل کی جسارت کرتے ہیں۔اور تمام دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔یہ سب سراسر جھوٹ ہے۔"

اہل نجد اس عمومی تکفیر کی پرزور تردید کرتے ہیں لیکن اتمام حجت اور تبلیغ کے بعد تکفیر اور قتال کے قائل نظر آتے ہیں:

"فلم یکفر رحمہ اللہ الا عباد الاوثان من دعاۃ الاولیا ء والصالحین و غیر ھم ممن اشرک باللہ وجعل لہ اندادا بعد اقامۃ الحجۃ و بعد ان بدؤوہ بالقتال فحینئذ قاتلھم وسفک دماءھم ونھب اموالھم ومعہ الکتاب والسنۃ واجماع سلف الا مۃ (تبرۃ الشیخین:ص ۸۹)

" شیخ رحمہ اللہ نے صرف ان صنم پرستوں کی تکفیر کی جو اولیاء اور نیکو کار بندوں سے مرادیں مانگتے ہیں جنہوں نے حجت کے ثبوت اور طریق حق کی وضاحت کے بعد بھی شرک کا ارتکاب کیا[2] اور اللہ کا شریک ٹھہرایا اور پھر انہوں نے قتال میں بھی پیش قدمی کی[3] تب شیخ نے ان سے قتال کیا اور ان کا خون بہایا اور ان کا مال لوٹا، اس حال میں کہ کتاب و سنت اور اجماع۔سب کی شہادتیں ان کی تائید میں ہیں۔"

---

[1]- عصر حاضر میں تکفیری و خارجی حضرات، مسلم کے خون کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اپنے اہداف کو نشانہ بناتے ہیں، اب چاہے ہدف حاصل ہو یا نہ ہو اور اس میں بے گناہ مسلمان مارے جائیں۔ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور وہ مسلمانوں کے مال {جو کہ بامر مجبوری مختلف بینکوں میں رکھتے ہیں} کو لوٹنا جائز اور حلال سمجھتے ہیں۔اعوذ باللہ من ذلک

[2]- شیخ محمد بن عبدالوھاب کسی مسلم کے کفریہ و شرکیہ اعمال کے باوجود اس کی تکفیر اور پھر قتل میں عجلت پسندی کے قائل و فاعل نہیں تھے، آپ اتمام حجت اور تاؤیلات کے بطلان کے بعد ہی کفر و شرک پر ڈٹے رہنے والے کی تکفیر کرتے تھے۔

[3]- اور شیخ کا قتال بھی صرف ان کافر و مشرک ٹھہرائے گئے افراد و گروہوں سے تھا جو اس توحید کی دعوت میں رخنہ ڈالتے تھے جبکہ ہم بخوبی آگاہ ہیں کہ عصر حاضر میں مسلم معاشروں میں جو جنگ و جدل بپا ہے، نہ تو وہ توحید کی بنیاد پر ہے اور نہ ہی دعوت توحید میں رخنہ ڈالنے والوں کے خلاف،

یہاں اتمام حجت کے علاوہ ایک دوسرا عذر بھی ہے اور وہ یہ کہ مخالفوں نے قتال کی ابتداء کی۔ ایک دوسری جگہ شیخ رحمہ اللہ کا یہ قول منقول ہے:

فجنس هولاء المشركين و امثالهم ممن يعبد الاولياء والصالحين نحكم بانهم مشركون و نرى كفر هم اذا قامت عليهم الحجة الرسالية (الهدية السنية)

"تو یہ اور ان جیسے مشرک، جو ولیوں اور نیکو کار بندوں کی پرستش کرتے ہیں، ان کے بارے میں ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ تبلیغی حجت قائم ہو جانے کے بعد ہم ان پر شرک کا حکم لگاتے ہیں اور ان کو کافر سمجھتے ہیں۔"

ان اقتباسات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شیخ اور ان کے پیروکار تکفیر و قتال کے لیے تبلیغ اور اقامت حجت، شرط قرار دیتے ہیں اسی لیے عمومی تکفیر کے الزام کی یہ پرزور تردید کرتے ہیں۔

البتہ قبر پرستی اور ظاہری مشرکانہ اعمال کو یہ صرف کفر عملی نہیں سمجھتے، جیسا کہ عام طور پر کفر عمل اور کفر اعتقاد کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔ (رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۵ جلد ۶ ۱۳۰۰ھ تا ۱۸۸۲ھ: نے ہندوستان کے اہل حدیث حضرات کا اختلاف اس مسلک سے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے "اہل حدیث ہند، وہابیہ نجد سے تکفیر و قتل میں مخالف ہیں" ص: ۲۱۷ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی موائد العوائد میں اس پر بہت زور دیا ہے لیکن ان کا طرز بیان الجھا ہوا ہے اور کرنل فندیک امریکی۔۔۔۔۔۔۔)

آج جتنی آزادی کے ساتھ پاکستان میں دعوت توحید کا پرچار آسان ہے دنیا کی کسی بھی سرزمین پر نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ انتقام اور حکومتی آپریشن و ظلم کے رد عمل میں شروع ہوئی ہے اور اس کو توحید کی بنیاد پر جنگ قرار دینا حماقت کے سوا کچھ نہیں!

یہاں پر صرف ایک بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اہل نجد، مسلمانان عالم کی عمومی تکفیر نہیں کرتے بلکہ صرف ان لوگوں، جو مشرکانہ اعمال میں گرفتار ہیں اور تبلیغ و دعوت کے بعد بھی اپنی گمراہی سے باز نہیں آتے۔ایسے لوگوں سے قتال جائز قرار دیتے ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی مختلف کتابوں میں اس حقیقت کو بار بار دہرایا ہے اور حضرت ابو بکرؓ کے قتال مانعینِ زکوٰۃ سے بار بار استدلال کیا ہے۔[1]

واما ما يكذب علينا سترا للحق ۔۔۔۔بانا نفسر القرآن برأينا ونأخذ من الحديث ما وافق مهمنا ۔۔۔وانا نضع من رتبة نبينا ﷺ بقولنا:النبی رمة فی قبره وعصا احدنا انفع منه ،وليس له شفاعة وان زيارته غير مندوبة۔۔۔وانا مجسمة وانا نكفر الناس على الاطلاق۔۔۔۔فجميع هذه الخرافات واشباهها۔۔۔۔كان جوابنا فی مساءلة من ذلک ، سبحانک هذا بهتان عظيم (الھدیۃ السلفیہ:۴۶)

" یہ جو حق پوشی کی راہ سے ہمارے متعلق جھوٹ کہا جاتا ہے کہ :

- ہم قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں۔
- حدیث نبوی سے وہی حصہ لیتے ہیں جو ہمارے فہم (اور ذوق) کے مناسب ہو۔
- رسول کریم ﷺ کی شان گھٹانے کے لیے "نبی ﷺ اپنی قبر میں ایک بوسیدہ ہڈی سے زیادہ نہیں "اور "ہم میں سے کسی ایک کی چھڑی ان سے زیادہ نفع بخش ہے" جیسے (گستاخانہ) فقرے کہا کرتے ہیں۔
- رسول اکرم ﷺ کو شفاعت کا حق نہیں ہو گا!

---

[1]- (فیض الباری :۱،۱۷۱)

- قبر اطہر کی زیارت مستحب نہیں ہے!
- ہم" تجسم " (باری تعالی کے جسم کا عقیدہ رکھنا) کے قائل ہیں!
- اور یہ کہ ہم تمام لوگوں کی علی الاطلاق تکفیر کرتے ہیں۔

تو ان سب اور ان جیسی دوسری بے سروپا باتوں میں سے ہر ایک کے متعلق ہمارا جواب"سبحانک هذا بهتان عظیم"کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

خلاصہ کلام

1- امام الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے حدود کا نفاذ خود نہیں کیا بلکہ حکمران کے ساتھ ملکر کیا، باوجودیکہ ان کے پاس ان کے شاگردوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

2- قتال خود سے شروع نہیں کیا بلکہ حکمران کو ساتھ لے کر کیا اور صرف ان لوگوں کے ساتھ قتال کیا جو پہلے حملہ آور ہوئے۔ یعنی کسی قبیلے پر اقدامی جہاد/قتال نہیں بلکہ دفاعی جہاد/قتال ہی کیا اور وہ بھی حکمران کے ساتھ مل کر۔

3- ابن معمر کو توحید کی دعوت دی اور اس نے دعوت قبول کر لی اور اپنی رعایا پر شریعت نافذ کر دی۔ لیکن پھر دنیاوی لالچ کے تحت حدود ختم کر دیں اور شیخ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ حتی کہ قتل کرنے کے لیے اپنے بندے بھی بھیج دیئے، لیکن شیخ محمد بن عبدالوہابؒ نے نہ تو اس حکمران کی تکفیر کی جس نے حدود نافذ کرنے کے بعد ختم کر دیں اور نہ ہی اس کے خلاف خروج کیا بلکہ وہاں سے ہجرت کر لی اور (تکفیریوں کے منہ پر طمانچہ یہ بھی ہے کہ) اگلے علاقے میں جا کر دوسرے حکمران کے ساتھ مل کر ابن معمر (جس نے حدود نافذ کرنے کے بعد ختم کر دیں اور شیخ کو قتل کا حکم بھی دیا اور بالآخر وہاں سے نکال بھی دیا۔) کو کافر قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف قتال کی نہ تو دعوت دی اور نہ ہی اس کے خلاف کسی قسم کی تحریک شروع کی۔

4- شیخ نے پوری زندگی میں ایک بھی قتل، توحید حاکمیت کی بنیاد پر نہیں کیا بلکہ جس محاذ پر بھی قتال کی نوبت آئی تو حکمران کی قیادت میں توحید الوہیت کی بنیاد پر ہی قتال کیا۔

5- اگر توحید حاکمیت یا شریعت نافذ نہ کرنے کی وجہ سے قتال کرتے ہوتے تو سب سے پہلے ابن معمر کے خلاف قتال کرتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

6- شیخؒ نے عام کلمہ گو مشرکین سے قتال نہیں کیا بلکہ صرف ان محارب مشرکین سے اتمام حجت کے بعد قتال کیا گیا جو لڑائی میں خود پہل کرتے تھے۔

تمت